

جناب نذیر احمد صاحب

طالبان، ایران اور امریکہ

ایرانی انقلاب کا اصل چہرہ

مضمون نگار سفارتکار کی حیثیت سے تہران میں چودہ سال گزار چکے ہیں۔

۱۹۷۹ء کے آخری عشرے میں جب ایران کے حکمران رضا شاہ نے امریکہ کو آنکھیں دکھانا شروع کر دیں تو امریکہ نے اس کو معزول کرنے اور اس کی قائم مقام کی تلاش کے سلسلے میں ضروری کارروائی شروع کر دی۔ اس دوران امریکی سی آئی اے نے اپنی ایک خفیہ تحقیقاتی رپورٹ میں سفارش کی کہ ٹمینی جو کہ ایک بااثر شیعہ ملا ہے، امریکہ کی عین توقعات کے مطابق شاہ کا متبادل ہو سکتا ہے اور اس خطے میں امریکہ کے اسلام دشمن عزائم کی تکمیل کے لئے بہت مددگار و معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جوں ہی آیت اللہ ٹمینی عراق سے ملک بدر ہو کر فرانس پہنچے۔ صدر کارٹر نے اپنے ایک چوٹی کے آفیسر رنزے کلارک کو پیرس بھیجا۔ رنزے کلارک سے ٹمینی کی کئی خفیہ ملاقاتیں ہوئیں۔ اس نے ٹمینی کو امریکہ کی مکمل حمایت کا یقین دلاتے ہوئے معلوم کیا کہ فی الوقت ان کی کیا مدد کی جاسکتی ہے۔ آیت اللہ ٹمینی نے واضح کیا کہ ایرانی عوام کی شاہ سے دشمنی اور اس کے خلاف انقلاب کی اصل بنیاد امریکہ سے سخت نفرت ہے لہذا ان حالات میں امریکہ سے کسی قسم کے کھلے روابط کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ اگر امریکہ چاہے تو درپردہ دونوں فریق ایک دوسرے کے خلاف دشنام طرازی اور مخالفت کا تاثر دیتے رہیں۔ ساتھ ہی امریکہ اپنا اثرو رسوخ استعمال کر کے شاہ کو جتنی جلدی ممکن ہو ایران چھوڑنے پر مجبور کر دے اور یقینی بنائے کہ اس کو کسی صورت کسی ملک میں بھی پناہ نہ ملے۔ باہمی مفاہمت کے اس خفیہ معاہدہ کے بعد امریکن انتظامیہ نے شاہ پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا کہ وہ ایک غیر فوجی حکومت تشکیل دے کر عارضی طور پر ایران سے چلا جائے اس لئے کہ اس کی موجودگی میں ملک میں حالات بہتر ہونے کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔ حالات مازگار ہونے پر وہ واپس آسکے گا۔ چنانچہ، فروری ۱۹۷۹ء کو امریکہ کے ایک چوٹی کے آفیسر ہیرفورس جبرل روبرٹ ہاسر اپنے ساتھ صدر کارٹر کا ذاتی پیغام لے کر تہران پہنچے اور شاہ کو عارضی طور

پر ایران پھوڑنے کیلئے راضی کر لیا۔ شاہ کے ملک چھوڑتے ہی خمینی کے لئے ایران واپس آنے اور انقلاب برپا کرنے کیلئے راہ ہموار ہو گئی۔ امریکہ نے خمینی کی انقلابی حکومت کو ۲۴ گھنٹے کے اندر تسلیم کر لیا جبکہ شاہ نے اپنی سلطنت کے سقوط کا ذمہ دار کارٹر کو ٹھہرایا۔ انقلاب کے بعد امریکی سفارتخانے پر ایرانی انقلابیوں کے حملے اور اس کے عملے کو یرغمال بنانا امریکی حکومت کے لئے غیر متوقع نہ تھا، یہ امر باعث حیرت ہے کہ انقلاب کے وقت سینکڑوں امریکی شاہ کی حکومت کے مختلف اداروں خصوصاً وزارت جنگ میں بطور مشیر تعینات تھے لیکن اس دوران جہاں دوسرے ایرانی ہزاروں کی تعداد میں مارے گئے وہاں ایک امریکی کو بھی گزند نہ پہنچا، بلکہ سب کو بحفاظت ملک بدر کر دیا گیا۔ یہ سارے واقعات دراصل امریکہ اور خمینی کے درمیان طے ہونے والے خفیہ سمجھوتے پر عمل کا حصہ تھے تاکہ ایرانی عوام کو دھوکہ میں رکھا جاسکے، انقلاب کے دوران ایران کے ہوئی اڈے ہر قسم کی آمد و رفت کیلئے بند کر دیئے گئے تھے لیکن ان ہوائی اڈوں خصوصاً تہران میں امریکن باشندوں کو لے جانے کا سلسلہ بغیر کسی روک ٹوک کے انقلاب کے بعد تک بھی جاری رہا۔ انقلاب سے لے کر آج تک ایرانی عوام کو فریب دینے اور دنیا کو گمراہ کرنے کیلئے دونوں ملکوں کے حکمران ایک دوسرے کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ خمینی امریکہ کو شیطان کا بزرگ کہتا تھا اور امریکہ ایران کو بین الاقوامی دہشت گرد کے نام سے نوازتا ہے لیکن یہ سب کچھ دونوں کی حکمت عملی کے عین مطابق ہے۔

ہمارے وطن کے پڑھے لکھے لوگ یہاں تک کہ ہمارے اخبار نویس بھی اس پر فریب پروجیکٹڈ سے اس حد تک گمراہ اور متاثر ہو چکے ہیں کہ پاکستان میں کثیر تعداد میں شائع ہونے والے اخبار بھی امریکہ کی دھمکیوں کے خلاف ایران کی حمایت اور ہمدردی میں لمبے چوڑے ادارے اور تبصرے لکھتے رہتے ہیں۔ شاید ان کو یہ معلوم نہیں کہ یہ سب کچھ صرف دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ایک عیارانہ چال ہے جو صرف زبانی جمع خرچ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ گو دونوں ملکوں کے سیاسی تعلقات اب تک منقطع ہیں اور ایرانی ذرائع ابلاغ اور مذہبی رہنما اس صورتحال کو بظاہر قائم رکھنے کا تاثر دیتے ہیں، لیکن اس کے باوجود دونوں ملکوں میں اعلیٰ سطح پر روابط قائم ہیں اور گہرا تعاون جاری ہے۔ اپریل ۱۹۹۱ء میں ایک امریکن جہاز ایران کے لئے دوائیں اور دوسرا امدادی سامان لے کر اچانک تہران کے ہوائی اڈے پر اترا، ایرانی اخبارات نے اسکی آمد پر حیرانی کا اظہار کیا اور سخت تنقید کی لیکن تہران کی مذہبی حکومت نے اس واقعہ کی کوئی وضاحت نہیں کی۔ ستمبر ۱۹۹۱ء

میں لندن کے ایک عربی اخبار نے خبر دی کہ ایران اور امریکہ کے اعلیٰ افسران بیروت میں خفیہ مذاکرات میں مصروف ہیں اور یہ کہ اس ملاقات کی رازداری کو یقینی بنانے کے لئے یہ بات چیت ایک مشہور لبنانی شخصیت کے گھر میں ہو رہی ہے۔ خبر میں بتایا گیا کہ یہ بات چیت لبنان میں ایران یا پڑوہ ملیشیا حزب اللہ کے قبضے میں امریکی یہ غمالیوں کی رہائی کے لئے ہو رہی ہے۔ اس رہائی کے بدلے میں ایران کو کئی سو ملین ڈالر حاصل ہوں گے۔ دی نیوز راولپنڈی (9-11-1991) کے مطابق

۱۹۸۰ء کے عشرے میں ایران عراق جنگ کے دوران امریکہ نے کروڑوں ڈالر کا قیمتی اسلحہ ایران کو بھیجنے کیلئے پاکستان کی سرزمین کو استعمال کیا اور ترسیل اسلحہ کی یہ کارروائی خفیہ طور پر پشاور سے کی جاتی رہی اور عین سال تک جاری رہی۔ رپورٹ میں پاکستانی اور اسرائیلی خفیہ اداروں کے حوالے سے بتایا گیا کہ یہ ترسیل اسلحہ کی کارروائی کرنے والی جماعت پاکستانی حکومت کی معاونت سے پشاور میں ہی سال تک مقیم رہی۔ اطلاعات میں بتایا گیا کہ اس کارروائی کی تمام تر تفصیلات ایک یہودی افسر سے ڈی مناشے کی رپورٹ سے لی گئی ہیں۔ یہ افسر اسرائیل کی وزارت دفاع میں ۱۰ سال تک اس نیٹی کا کارکن رہا جس کے ذمہ ایران کو امریکن اسلحہ کی باقاعدہ لیکن خفیہ ترسیل کا کام سپرد تھا۔ وہ سے ایران کو امریکی اسلحہ بھیجنے کی کارروائی کی نگرانی کے سلسلے میں ۱۹۸۵ء میں پشاور آیا۔ مناشے کے مطابق اس امریکن خفیہ کارروائی میں دوسرے کئی پاکستانیوں کے علاوہ فضل حق (سرحد سابق گورنر) بھی شریک رہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے سابق سربراہ عارف حسینی، صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق اور جنرل فضل حق کا قتل کسی نہ کسی طرح اس کارروائی میں ملوث ہونے کا منطقی نتیجہ تھا۔

پشاور کے انگریزی روزنامے ”فرائنٹیر پوسٹ“ مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۹۱ء نے بھی اپنی پانچ کالی رپورٹ میں لکھا ہے کہ امریکن سی آئی اے نے ۱۹۸۳ء سے ۱۹۸۶ء تک پاکستان کے ذریعے ایران کو بیلیں ڈالر کا اسلحہ سہولت کیا۔ رپورٹ کے مطابق اسرائیلی فوجی ماہرین کی ایک جماعت جو افغان قبیلہ کی تربیت اور ان کو اسلحہ کی فراہمی کے سلسلے میں پاکستان میں مقیم تھی، ایران کو امریکی اسلحہ فراہمی کے کام کی نگرانی بھی کرتی رہی۔ نیویارک ٹائمز (۹ دسمبر ۱۹۹۱ء) نے خبر دی کہ ایران کو بیلیں ڈالر قیمت کا اسلحہ بھیجنے کے لئے امریکی حکومت نے اسرائیل کو ۱۹۸۰ء کی رہائی میں، جب اس سے ایران کی جنگ ہو رہی تھی، اجازت دی تھی۔ اس اخبار نے امریکی اور اسرائیلی خفیہ رازوں کے حوالے سے لکھا کہ یہ کارروائی ایک معاہدے کے تحت ہوئی جو امریکی وزیر خارجہ ہیک اور

اسرائیلی وزیراعظم بگیں کے درمیان طے پایا تھا۔ اس معاہدے کے تحت کئی سو ملین ڈالر کا امریکی اسلحہ اسرائیل کے ذریعے ایران کو دیا جاتا رہا۔ ہانگ کانگ کے مفت روزہ میگزین فارایسٹرن اکانومک ریویو نے ۱۱ دسمبر ۱۹۹۱ء کو لکھا کہ افغان مجاہدین کو بھیجا جانے والا ۶۰۰ ملین ڈالر کا امریکی اسلحہ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں ایران پہنچتا رہا۔ اخبار نے لکھا کہ یہ ہتھیار جن میں آرٹلری اور اینٹی ٹینک میزائل شامل تھے، اس اسلحہ کے علاوہ تھا جو ایران کو ۱۹۸۶ء کے ”ایران کوئٹرا“ سکینڈل کے تحت دیا گیا۔ یا گیا ہے کہ اس آمدنی کو امریکی حکومت نگارگو کے باغیوں کے خلاف خفیہ طور پر استعمال کر رہی ہے۔ یاد رہے کہ اس کارروائی پر امریکن کانگریس نے پابندی لگا رکھی تھی۔ ایران کی خبر رساں ۶ بجسی ارنا نے ۲۲ جنوری ۱۹۹۲ء کو بتایا کہ صدر رفسنجانی نے ایک حکم کے ذریعے اپنے عوام اور فوجی حکام کو امریکہ کے خلاف توہین آمیز نعرے لگانے سے منع کر دیا ہے۔ اس سے پہلے جمعہ کے ہفتہ واری اجتماعات اور فوجی پریڈوں میں امریکہ کے خلاف نعرے لگانا ایک معمول بن چکا تھا۔

۹ مارچ ۱۹۹۲ء کے ایرانی اخباروں نے امریکہ کے اس بیان کی شدید مذمت کی کہ وہ شمالی کوریا کے بحری جہاز جو ایران کے لئے سکڈ میزائل لے کر جا رہا تھا پر قبضہ کر لے گا! اخباروں نے لکھا کہ ایران کو ہر قسم کے اسلحہ سے اپنے آپ کو لیس کرنے اور اپنے علاقے کا پوری قوت کے ساتھ دفاع کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ ایران کے ایک خفیہ ریڈیو (کروستان ریڈیو) نے ۱۳ مارچ ۱۹۹۲ء کو کہا کہ مارچ کے شروع میں جب شمالی کوریا کا ایک بحری جہاز ایران کے لئے سکڈ میزائل لے کر جا رہا تھا تو امریکی حکومت اور اس کے اہلکاروں نے اس کے پتہ چلنے پر بڑا شور مچایا اور اعلان کیا کہ بحری جہاز کو ایران پہنچنے سے پہلے ہی پکڑ کر سکڈ میزائلوں پر قبضہ کر لیا جائے گا۔ دنیا اس امریکی کارروائی کا انتظار ہی کر رہی تھی کہ امریکہ نے اچانک یہ انکشاف کیا کہ امریکی جہازوں کا شمالی کوریا کے اس جہاز سے رابطہ کٹ گیا۔ بعد میں یہ بتایا گیا کہ یہ جہاز سکڈ میزائلوں کو لے کر پہلے ہی ایرانی بندرگاہ بندر عباس تک پہنچ چکا ہے۔ ریڈیو نے بتایا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ امریکہ اور ایران کی مذہبی حکومت ماضی میں بھی اس قسم کے ڈرامے رچاتی رہی ہیں لیکن حالیہ کھلے مضحکہ خیز ڈرامے کا انداز انتہائی بھونڈا، ناقابل فہم اور غیر پیشہ ورانہ نظر آتا ہے۔ ریڈیو نے کہا کہ شمالی کوریا کے بحری جہاز کا پہلے امریکی نظروں سے اوجھل ہونے اور پھر بندر عباس پر اس کے اچانک ظاہر ہونے کے بیانات سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے۔ کہ دونوں ممالک کی حکومتوں کے درمیان کوئی نہ کوئی خفیہ معاہدہ یا مالی بھگت

نمود ہے۔ ریڈیو کروستان نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمیشہ کی طرح ایران کی مذہبی حکومت نے اپنی دورانی حکمت عملی کے تحت اپنے عوام اور دنیا کو مغالطہ میں رکھنے کی خاطر پہلے امریکہ کے

معاندانہ رویے کے خلاف بظاہر بڑا شور و غوغا برپا کیا لیکن سکڈ میزائلوں کے بحفاظت بندر عباس پہنچنے کی خبر پر ظاہر کیا کہ امریکی ایجنسیوں کا مفلوج ہو جانا دراصل ایران کے حق میں قدرت کا ایک اور کرشمہ تھا۔ ریڈیو نے کہا کہ وہ لوگ جو ایران کے مذہبی حکمرانوں کی سوچ اور حکمت عملیوں کا آدارک رکھتے ہیں، انہیں اس بات کا بخوبی علم ہے کہ ان حکمرانوں نے امریکہ اور اسرائیل (بظاہر دشمن) کے ساتھ اپنے ناجائز کاروبار کے راز کو کس طرح منافقت اور ریاکاری کے پردہ میں چھپا رکھا ہے اور کس طرح اپنے عوام اور ساری دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکتے رہے ہیں۔ ۱۹۷۱ء میں انگریزوں کے خلیج سے نکلنے کے فوراً بعد شاہ ایران نے خلیج کے دو بڑے جزیروں تب الکبریٰ اور تب الصغریٰ (جو متحدہ عرب امارات کی ریاست راس الخیمہ کا حصہ تھے) پر بذور قبضہ کر لیا۔ باوثوق ذریعوں سے معلوم ہوا کہ اس غاصبانہ کارروائی میں شاہ کو امریکہ اور بعض مغربی ملکوں کی پشت پناہی اور حمایت حاصل تھی۔ دو بی کے نزدیک خلیج کے ایک اور جزیرہ ابو موسیٰ (جس کا ۳/۴ رقبہ شارجہ کے زیر کنٹرول تھا) پر مکمل قبضہ کرنے کے لئے ایران کی مذہبی حکومت نے ۱۹۹۱ء میں ایک پروگرام مرتب کیا تھا اور اس کی تکمیل کیلئے بالآخر مارچ ۱۹۹۲ء میں ایرانی فوجیں اس جزیرہ پر مکمل سنبھال حاصل کرنے کیلئے چڑھ دوڑیں اور شارجہ حکومت کی تمام تنصیبات کو قبضہ میں لے کر اور مقامی باشندوں کو نکال کر وہاں اپنا جیٹی سازو سامان پہنچا دیا۔ امریکہ یا اسکے کسی اتحادی نے اس بحری قذافی پر ایران کی کوئی مذمت نہ کی۔ بغداد کے عربی اخبار التموار (۱۰ اپریل ۱۹۹۲ء) نے لکھا کہ ایران کو اس کارروائی میں امریکہ اور برطانیہ کی پشت پناہی حاصل رہی تاکہ خلیج کی عرب ریاستوں کو اپنی کمزوری اور بے بسی کا احساس دلا کر اس خطہ میں اپنی فوجوں کی موجودگی کے لئے جواز پیدا کیا جاسکے۔ دی نیوز راولپنڈی (۹ جنوری ۱۹۹۳ء) کے مطابق امریکی اسلحہ کے ماہر ڈونلڈ ملٹ نے کہا ہے کہ امریکہ بڑے پیمانے پر کیمیکل ہتھیار بنانے میں ایران کی مدد نہیں کر رہا۔ جب ان سے امریکہ کی طرف سے ایران کو بڑے پیمانے پر کیمیکل مواد کی سپلائی کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ انہیں اس کا علم نہیں اس بات کا پورا یقین ہے کہ ایران کو دیا جانے والا کیمیکل مواد بلاشبہ تجارتی مقاصد کے لئے ہی ہو سکتا ہے۔ ایران کے وزیر دفاع اکبر تورکان نے ۸ جون ۱۹۹۳ء کو اخبار نویوں کو بتایا کہ امریکن فوجوں کی خلیج میں موجودگی ایران کیلئے کسی قسم کے خطرات کا باعث نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ خلیج کے علاقے میں امریکہ ایران کو نہ تو دھمکیاں دے رہا ہے اور نہ ہی ہم اس کے لئے کسی خطرے کا باعث ہیں۔ ایران امریکہ تعلقات کی نوعیت یعنی بین الاقوامی سطح پر ایک دوسرے سے بظاہر دشمنی کا اظہار لیکن درپردہ باہمی تعاون کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ عراق کے

